چوہدری محمد علی
مولانا عبدالرحمن کیلانی

تحقیق و تنقید
قسط (۳)
آخری

مُراسلات (۳)

بسلسلہ

رُوح، عذابِ قبر، سماعِ موتیٰ

ثبوت سماعِ موتیٰ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے!

۱۔ سماعِ موتیٰ کے باب میں قلیب بدر والی حدیث مشہور و معروف ہے۔ جو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جیسے کبار صحابہؓ سے مروی ہے۔ ان کی روایات بخاری مسلم شریف میں موجود ہیں۔

۲۔ میتؒ جوتیوں کی آہٹ کی آواز سنتا ہے۔ یہ حدیث بھی سماعِ موتیٰ پر دلالت کرتی ہے۔ یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

۳۔ اخرج الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمرو واخرج الحاکم وصححہ والبیہقی عن ابوھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ وقف علی مصعب بن عمیر حین رجع من احد فوقف علیہ وعلی اصحابہ فقال اشھد انکم احیاء عند اللہ فزوروھم وسلموا علیھم فوالذی نفسی بیدہ

لا یسلم علیھم احد الا ردوا علیہ الی یوم القیامۃ
شرح الصدور ص ۸۵)

ترجمہ۔ طبرانی نے اوسط میں عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اور حاکم و بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا، حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب احد سے مراجعت فرما ہوئے تو حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے مزارات پر تشریف لے گئے اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہو۔ پھر اپنے ساتھیوں صحابہ کرام اور بعد میں آنے والوں کو حکم فرمایا کہ ان شہداء کرام کی زیارت کرو اور ان پر سلام بھیجو، مجھے اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ جو شخص بھی قیامت تک انہیں سلام دے گا یہ شہداء کرام اس کا جواب دیں گے۔

اس روایت سے شہداء کا زائرین کو جاننا سلام سننا، جواب دینا ثابت ہوتا ہے۔ جب شہداء میں یہ چیز ثابت ہو گئی تو اولیاء کاملین صدیقین اور انبیاء کرام میں بطریق اولیٰ ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ فضیلت میں شہداء تیسرے نمبر پہ ہیں۔ کیا کیلانی صاحب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے بعد بھی اور کی شہادت بھی درکار ہے؟

سماعِ موتیٰ اور صحابہ کرامؓ:

۴۔ روی ابن عبد البر بسند صحیح مامن احد یمر بقبر اخیہ المومن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام صححہ عبد الحق ورواہ ابن عبد البر فی الاستذکار والتمہید عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ (شرح الصدور ص ۸۴، طحطاوی ص ۳۶۶۔

ترجمہ۔ ابن عبد البر نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کوئی شخص بھی جب اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے صاحب قبر دنیا

میں جانتا تھا۔ پس سلام دیتا ہے تو صاحب قبر اسے پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اس روایت کو محدث عبدالحق نے صحیح کہا اور ابن عبدالبر نے استذکار و تمہید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۵۔ روی مسلم عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال لابنہ وھو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نار فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمہ حتی استانس بکم واعلم ماذا اراجع بہ رسل ربی۔ مشکوٰۃ شریف ص۱۴۹ باب دفن المیت۔

ترجمہ۔ مسلم شریف میں حضرت عمرو ابن العاص سے مروی ہے کہ جب وہ قریب المرگ تھے انہوں نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا جب میں فوت ہو جاؤں تو کوئی نوحہ کرنے والی عورت میرے ساتھ نہ چلے اور نہ آگ میرے ہمراہ لائی جائے (جیسا کہ رسم جاہلیت تھی) جب مجھے دفن کر چکو تو مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے پاس اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا سکتا ہے تاکہ میں تم سے انس حاصل کروں اور پورے وثوق کے ساتھ اپنے رب کے بھیجے ہوئے ملائکہ کو ان کے سوالوں کا جواب[21] دے سکوں۔

حضرت عمرو ابن العاص نے یہ وصیت اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمرو کو کی اور حضرت عبداللہ نے اسے خلاف قرآن وسنت نہ سمجھا، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک اہل قبور کا زائر کو جاننا پہچاننا اور انس حاصل کرنا مشہور و معروف تھا ورنہ ان کے صاحبزادے جو خود بھی ایک جلیل القدر صحابی ہیں یہ ضرور کہتے کہ آپ تو وہاں بے جان لاش ہوں گے میرے وہاں ٹھہرنے کا کیا فائدہ؟

اس کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے بھی مختلف کتب احادیث میں سماع

موتیٰ کی مؤید روایات موجود ہیں۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سماعِ موتیٰ (حضرت ام المؤمنین کے انکارِ سماع پر ایک نظر)

مولانا کیلانی صاحب نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انکار کو بنیاد بنا کر مقتولین بدر اور سماعِ موتیٰ پر دلالت کرنے والی تمام روایات کو مردود اور ناقابلِ اعتماد ٹھہرایا ہے اور ان کی روایت قبول کرنے کا سبب ان کا ثقہ بتایا ہے۔ موصوف کا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے استدلال چند وجوہ کی بناء پر غلط ہے۔

اول حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا یہ قول اپنے اجتہاد واستنباط پر مبنی ہے۔

دوم۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خود یہ ضابطہ و قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ جس کو واقعہ کا مشاہدہ ہے اس کا قول راجح و مختار ہے۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت شریح ابن ہانی نے حضرت ام المؤمنین سے مسح خفین کی مدت سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا

علیک بابن ابی طالب فاسأله كان يسافر مع رسول الله صلی اللہ علیه وسلم وفی رواية عليا فانه اعلم بذالك منی۔ مسلم جلد اول ص ۱۳۵

ترجمہ۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو اور ان سے دریافت کر وہ سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ انہیں اس معاملہ میں مجھ سے زیادہ علم ہے۔

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ جس کو واقعہ کا علم زیادہ ہے اسی کا قول معتبر ہے اور اس کا علم دوسروں سے بہر حال زیادہ ہے جو موقعہ پر موجود ہو۔ چونکہ بدری صحابہ موقعہ کے گواہ ہیں اور خود آنحضرت کے سامنے تعجب کا اظہار کرنے حقیقت حال دریافت کرنے والے ہیں لہٰذا انہیں کا قول

معتبر ہے۔

علامہ محمود آلوسی صاحب روح المعانی فرماتے ہیں" امام سہیلی نے فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کے وقت موجود نہ تھیں لہٰذا ان کے علاوہ جو صحابہ کرام وہاں موجود تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو زیادہ محفوظ رکھنے والے ہیں۔ ترجمہ جلد ۲۱ صفحہ ۵۰۔

سوم۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت "کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ مقتول اس کو سن رہے ہیں" کے جواب میں فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا "کہ یہ مردار جانتے ہیں کہ جو کچھ میں انہیں کہا کرتا تھا وہ حق ہے۔ محدثین نے فرمایا کہ دونوں روایتوں میں تخالف نہیں، ان کے لیے علم ممکن ہے تو سماع بھی ممکن ہے۔ منکرین سماع حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جو روایت پیش کرتے ہیں اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ آپ قلیب بدر پر تشریف لے گئے اختلاف ہے تو صرف اس میں کہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کے استفسار کا جواب[24] دیتے ہوئے کیا الفاظ فرمائے۔

چہارم۔ حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اگرچہ پہلے سماع کی نفی فرمائی لیکن بعد میں رجوع کر لیا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں" بتحقیق ذکر کردہ است در مواہب لدنیہ کہ در مغازی محمد ابن اسحاق باسناد جید و در مسند امام احمد بن حنبل باسناد حسن از عائشہ رضی اللہ عنہا مثل حدیث عمر رضی اللہ عنہ آمدہ۔ پس گویا عائشہ[25] (رضی اللہ عنہا) رجوع کرد از انکار بسبب آنچہ ثابت شود نزد وے از روایت ثقات صحابہ کبار زیرا کہ وے رضی اللہ عنہا حاضر نبود در آں قضیہ و در شرح مسلم نیز مثل ایں مذکور شد۔

(مدارج النبوت، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد سوم ص ۴۲۲)

باب سماع میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایات

۱۔ اخرج[26] ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور عن عائشۃ رضی اللہ

عنها قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من رجل یزور قبر اخیہ ویجلس عندہ الا استانس بہ ورد علیہ حتی یقوم۔ شرح الصدور ص۸۴

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی ایسا شخص جو کہ اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے مگر اسے اس کے ذریعہ انس اور راحت وسکون میسر آتا ہے۔ سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ اور یہ سکون اس وقت تک حاصل رہتا ہے جبتک بیٹھا رہے۔ جب وہاں سے رخصت ہوگا تو یہ حالت ختم ہو جائے گی۔

۲۔ عن ابن ابی ملیکۃ قال لما توفی عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بالحبشی فحمل الی مکۃ فدفن بہا فلما قدمت عائشۃ رضی اللہ عنہا اتت قبر بن ابی بکر فقالت ؎ وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ - من الدہر حتی قیل لن یتصدعا فلما تفرقنا کانی ومالکًا - لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معًا۔ ثم قالت واللہ لو حضرتک ما دفنت الا حیث مت ولو شہدتک ما زرتک - رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف ص۱۴۹)

ترجمہ - ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ جب عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ مقام حبشے میں فوت ہو گئے تو انہیں وہاں سے مکہ مکرمہ کی طرف منتقل کر کے وہاں دفن کر دیا گیا۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ تشریف لائیں تو اپنے بھائی عبد الرحمن کی قبر پر تشریف لائیں اور فرمایا ؎ ہم جذیمہ کے دو صاحبوں کی طرح زمانہ کا ایک طویل حصہ اکٹھے رہے، حتیٰ کہ کہا گیا کہ یہ ہرگز جدا نہ ہوں گے اور جب ہم جدا ہو گئے تو گویا میں اور مالک باوجود عرصہ دراز تک اکٹھے رہنے کے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک رات بھی اکٹھے نہیں رہے تھے۔

پھر اپنے بھائی سے خطاب[۲۸] کرتے ہوئے فرمایا، بخدا اگر میں اس وقت موجود ہوتی جبکہ آپ کا انتقال ہوا تھا اور اگر اس وقت حاضر ہوتی تو اب تیری زیارت نہ کرتی۔ شیخ عبدالحق محدث فرماتے ہیں کہ "چونکہ ازواج مطہرات کا بغیر کسی ضرورت و مجبوری کے اپنے گھروں سے نکلنا روا نہیں تھا، اس لیے فرمایا کہ میں اگر اس وقت الوداع کر لیتی تو اب زیارت نہ کرتی۔"

حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خطاب اور الوداع کہنے کے لیے قبر پر تشریف لے جانا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت صدیقہ کے نزدیک بھی صاحبِ قبر کو زائر کا علم ہوتا ہے اور وہ اس کے کلام کو سنتا ہے۔

ترمذی شریف کی یہ روایت ابن ابی الدنیا کی روایت کی موید ہے۔ امام ترمذی کی صحیح روایت کے بعد یہ عذر بھی ختم ہو گیا کہ امام ابن ابی الدنیا[۲۵] ضعیف محدث ہے۔ ویسے جب ذہن میں پہلے ہی ایک غلط مفروضہ قائم کر لیا جائے پھر کوئی بھی روایت ہو وہ ضعیف ہوتی چلی جائے گی۔ احمد، حاکم کی یہ روایت بھی ان روایات کی تصدیق کرتی ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کنت ادخل البیت فاضع ثوبی واقول انما زوجی وابی فلما دفن عمر معهما ما دخلته الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر مشکوٰۃ ص۱۵۴، شرح الصدور ص۸۴۔ ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اپنے حجرۂ اقدس میں داخل ہوتی تھی جس میں رسولِ خدا علیہ السلام آرام فرما ہیں تو پردہ کا اہتمام نہ کرتی تھی اور دل میں کہتی تھی یہ تو میرے خاوند ہیں اور دوسرے میرے والد ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو بخدا میں بغیر اچھی طرح پردہ و حجاب کیے ہرگز داخل نہ ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے

اس روایت سے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا نظریہ اہلِ قبور سے متعلق واضح ہو گیا کہ حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حیاتِ[۲۹] برزخ کی قائل ہیں۔ اس کے علاوہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے چند روایات

[۲۸] حضرت سے دفن کئے جانے جب آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔

مردی ہیں جن سے سماعِ موتٰی ثابت ہوتا ہے جیسے "میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسا زندہ شخص کی ہڈی توڑنا۔ (یہ سماعِ موتٰی ثابت ہو رہا ہے۔ ناقل)

ان روایات کی روشنی میں جناب کیلانی صاحب کا یہ دعوٰی محض غلط ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سماعِ موتٰی کی منکر ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن نے روح، عذاب قبر، سماع موتٰی سے متعلق مضمون کی دوسری قسط میں ایک جگہ لکھا ہے "حیرت کی بات ہے کہ سماعِ موتی اور اسی طرح سلوک و تصوّف حنفیوں اور بالخصوص بریلوی طبقہ میں اتنا مقبول کیوں ہو گیا جبکہ امام ابو حنیفہ سماع موتی کے مخالف تھے۔ اور آگے امام صاحب سے متعلق واقعہ درج کیا ہے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے سماع موتٰی کے متعلق نفی میں کچھ بھی ثابت نہیں اور جو روایات امام موصوف سے منسوب کی جاتی ہیں وہ شاذ اور ناقابلِ اعتبار ہیں۔

مسلک دیوبند کے نامور عالم مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں "امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور وہ روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں، شاذ ہیں۔۔۔ فتاوٰی رشیدیہ صفحہ ۲۲۷

منکرین سماع کے امام اعظم اور سماع موتٰی

مولوی اسماعیل بن شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی محدث دہلوی صراطِ مستقیم صفحہ ۱۶۶ پر رقمطراز ہیں ترجمہ "سید احمد بریلوی کو سلسلہ چشتیہ کی نسبت حاصل ہونے کا بیان یہ ہے کہ ایک دن آپ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الدین کاکی قدس سرہ کے مزار منور پر حاضر ہوئے اور مراقبہ کر کے بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہ کی روح پر فتوح سے ملاقات ہوئی اور آنجناب نے سید صاحب پر بہت توجہ فرمائی اور اس توجہ کی وجہ سے نسبت چشتیہ کے ابتداء نصیب ہو گئی"۔

جناب منشی محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں "ایک روز ارواح مقدس

جناب غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی و حضرت بہاء الدین نقشبند متوجہ حال سید صاحب ہوئیں اور قریبًا ایک ماہ تک کسی قدر تنازعہ ان دونوں روحوں کے درمیان رہا ہر ایک روح ان دونوں روحوں میں سے سید صاحب کو اپنی طرف جذب کرنا چاہتی تھی۔ آخر بعد انقضائے ایام تنازعہ کے دونوں روحوں کی بالاشتراک جذب کرنے پر صلح ہو گئی۔ تب دونوں ارواح مقدسہ نے بالاشتراک آپ پر جلوہ گر ہو کر ایک پہر تک بہ نفس نفیس محو توجہ قوی اور تاثیر زود آور فرمائی کہ اس ایک پہر میں نسبت ان دونوں خاندانوں کی آپ کو حاصل ہو گئی۔ سوانح احمدی ص ۶۵-۶۴

یہ روایت صراط مستقیم میں بھی درج ہے

اب یہ معمہ تو کیلانی صاحب ہی حل فرمائیں گے کہ کیا سید صاحب پر توجہ ڈالنا اتنا ہی ضروری تھا کہ ان دونوں بزرگوں کے ارواح قدست اسرارہم علیین اور اعلیٰ علیین کی نعمتیں اور بلند مقام چھوڑ کر ایک ماہ تک آپس میں جھگڑتی رہیں۔

کیا کیلانی صاحب یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ اگر اَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ اور وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ کا اطلاق صرف فوت شدہ بزرگوں پر ہی ہوتا ہے تو سید احمد بریلوی مزار خواجہ قطب الدین علیہ الرحمۃ پر کیا لینے گئے تھے۔ اگر پکارنے والے کی پکار کی خبر نہیں ہوتی تو وہاں سید صاحب کی ملاقات کس سے ہوئی تھی۔ اگر انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے تو شاہ نقشبند کو بخارا میں اور شاہ جیلان کو بغداد میں کیسے خبر ہوئی کہ ہندوستان میں کوئی سید احمد بریلوی نامی بھی شخص ہے چل کر اس پر توجہ ڈالی جائے جس کی تشہیر بزعم خود توحید پرستوں کے امام ازل مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی نے صراط مستقیم میں کی ہے۔

آخر میں میں امید کرتا ہوں کہ ادارہ محدث جو کہ کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے تصویر کا دوسرا رُخ شائع کرنے کی زحمت گوارا کرے گا تاکہ "محدث" کا مطالعہ کرنے والے حق و باطل کو